اللہ اعلیٰ و اجل

REGD. ...-494

R.N-8317/64

ضلع کرنول سے شائع ہونے والا اردو کا واحد مذہبی اخبار

ماہ نامہ

عزیز کرنول

ایڈیٹر:- عبد العزیز رحمانی

سرپرست:- الحاج سید احمد صاحب مدظلہٗ رئیس التجار موڑتاڑ ضلع نظام آباد

قیمت سالانہ

معاونین سے:- دس روپے

عام خریداروں سے:- چھ روپے

جلد (۷) | یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء مطابق ۲۹ رجب ۱۳۹۰ھ روز پنجشنبہ | شمارہ (۲)

الوسیلة فی الاسلام

بسلسلۂ گزشتہ

دعاؤں میں وسیلہ کے متعلق اس کے پیشتر کے عزیز پرچے میں مفصل بیان دے چکا ہوں۔ اسی کے سلسلہ میں اور چند ایک باتیں کہنا مقصود ہیں۔ یہ عقل سے بھی بعید ہے کہ اگر اللہ عز وجل دعا کو وسیلے کی وجہ اپنی قبولیت عطا فرماتا چلا گیا اور جس قدر بڑا وسیلہ پیش کیا گیا اسی قدر بڑی قبولیت عطا فرماتا چلا گیا تو اس کی شان کریمی کہاں رہی اور اس کا انصاف کہاں رہا۔ اس بیچارے کا کیا حشر ہوگا جو سر کو سجود میں رکھ کر گریہ و زاری اور آہ و بکا کے ساتھ بے وسیلہ کے براہ راست سیدھا رب ذو الجلال کی بارگاہ میں التجا و دعا کرتا ہے۔ کیا اس دعا میں محض کم قبولیت عطا ہوگی۔ صرف اس بنا پر کہ وہ بارگاہ ایزدی میں بے سہارا اور بے وسیلہ مخاطب ہوا تھا؟

کیا وسیلہ پیش کرنے سے تمہارا یہ مقصد ہے کہ اللہ رب العزت کو یہ جتلانا چاہتے ہو کہ یہ ایسی ویسی بے سہارا اور بے وسیلہ کی دعا کو جو کہ اللہ تعالیٰ غفلت سے دعا کو نظر انداز نہ کرنے پائے؟

کیا اللہ تعالیٰ ایسے ویسے وسیلوں کے رعب داب میں آجاتا ہے۔ نعوذ باللہ ایسے عقیدے سے شرک بھی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت قدرت والا ہے۔ کیا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا اپنے بیٹے قابیل کے متعلق انکار کر دی؟ یعنی اپنے پیارے سے نبی سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے متعلق سفارش کو رد کر دینا ہوا نہیں؟ انشاء اللہ ہم کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے پیارے خلیل سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی امت کے پیارے باپ کے متعلق سفارش اور دعا کا کیا انجام ہوا۔ کیا وہ ہمارے فخر کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابن عبد اللہ بن ابی کے متعلق اور دعا کر کے اپنے پیارے چچا حضرت ابو طالب جو شیر خدا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد بزرگوار تھے ان کے متعلق دعا کو رد نہ کی؟ کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ ہمارے نبی صلعم اپنی پیاری والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی قبر پر بہت دیر تک روکر مغفرت کے لئے دعا مانگی تو مسترد کر دی گئی (۱۱۳ التوبہ)

کیا وہ ایک کٹر کافر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کو اپنے کرم سے نوازتا ہوا اس کے کلام پاک میں ان کا تذکرہ نہیں؟ کیا ایک کٹر کافر ابوجہل کے کٹر کافر بیٹے عکرمہ کو ایمان نہیں دیا؟ وہ عمر بن الخطاب کے بڑے دشمن سے بخشش کرتا ہوا اپنے سے [illegible] الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کیا۔ اس کو اور دین اسلام اور رسول پاک کے زبردست دشمن ابو سفیان اور اس کی بیوی ہندہ کو جس نے ہمارے پیارے نبی صلعم کے پیارے چچا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبایا تھا ان کو معاف فرمایا ہوا اس کی رحمت سے نہیں نوازا؟ ایسی زبردست قدرت والا اللہ جو ممکن کو ناممکن اور ناممکن کو ممکن کر سکتا ہے وہ بے سہاروں کا سہارا ہے اور بے وسیلوں کا وسیلہ

وہ دوسروں کے وسیلوں کے رعب داب میں آکر دعاؤں کو رعایتوں پر فیصلہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ تو سب ایک تنہا وحدہ اپنے کلام پاک میں اپنی شان۔ قدرت۔ رحم و کرم اور جلال کے متعلق بار بار اظہار کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہنشاہ ارض و سماء فرمائے قیامت انصاف کے دن فیصلے کے لئے جلوہ افروز ہوگا تو کسی بڑے سے بڑا فرشتہ یا ولی یا پیغمبر یا نبی کی مجال نہ ہوگی کہ زبان تک کھولے بغیر اس کے حکم کے۔ اس کے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ تجھے کسی کی سفارش کام نہیں آتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی کسی کا شفیع نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کون ہے جو کسی کے متعلق سفارش کر سکے بغیر میرے حکم کے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنا دیکھو [illegible] کسی سے اعانت مت کرو۔ میں تو سب سے بالکل قریب ہوں۔ جان کی شہ رگ سے بھی قریب ہوں۔ میں آپ سب دلوں کی حقیقت جانتا ہوں۔ [illegible] بات جلا سکتا ہے جس سے کہ یہ زمین و آسمان میں ہوا اور اللہ نہیں؟ ترجمہ۔ [illegible] صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے کو جہنم کی بشارت دی گئی ہے۔ قرآن مجید کی

پاکیزگی کی بیان نہ [illegible] تشبیہ کو ہمیشہ تو بیان نہیں کیا گیا لیکن اس کے مفہوم کو نہایت وضاحت کے ساتھ اظہار ہے۔ اور بیت کی جگہ مشرک اور زانی اور مشرکہ اور زانیہ کو ایک ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ اس اصل کو سامنے رکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشرک اور زانی اور زانیہ میں نہایت گہری اخلاقی مناسبت ہے۔ جیسا کہ اپنے شوہر مرد کے ایک جائز عقد میں بیوی رہتی ہے۔ اس کو اپنی عزت اور حرمت کا مالک بناتی ہے۔ اسی سے نان نفقہ اور تمام حقوق حاصل کرتی ہے پھر اس کے حق اور اس کی حرمت میں ایک غیر مرد کو شریک کرتی ہے۔ ٹھیک یہی حال اس شخص کا ہے جو خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتا ہے۔ وہ خدا کے ربوبیت کا اقرار کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ سب کچھ اللہ ہی سے ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ اپنی بندگی کا عہد باندھتا ہے۔ اس کے گھر میں رہتا ہے کھاتا ہے۔ پانی اسی کا پیتا ہے۔ کپڑے اسی کے پہنتا ہے اور اسی کے پاس [illegible] ہے۔ اللہ تعالیٰ [illegible] بندگی [illegible] محبت کا نام [illegible] دوسروں کے [illegible] ہے۔ یہ اتفاقی حالت ایک زانیہ [illegible] دوسرے کے [illegible] مثال [illegible] شرک [illegible] وفاداری [illegible] مشہور [illegible] ہے۔

ابھی [illegible] اللہ رب العزت [illegible] قرآن مجید

(باقی صفحہ ... پر)

عوامی رہنمائی کا منصب اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

از۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی

یہ دور جمہوریت اور عوامی بھلائی کا ہے اس دور میں بہترین لیڈر کو عوامی رہنما کہتے ہیں۔ لیکن آج تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ عوامی رہنما کی تعریف کیا ہے۔ اور عوامی رہنما کے اوصاف کیا ہیں۔

کیا صرف عوام میں آنے جانے سے اور عوام سے رابطہ و تعلق رکھنے سے کوئی لیڈر عوامی لیڈر ہو جاتا ہے؟ بنگلوں میں رہ کر قیمتی موٹروں میں بیٹھنے والوں سے دکھ درد کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟

کیا شاہانہ ٹھاٹ باٹ کے عادی انسان غربت کی زندگی میں گھرے ہوئے انسانوں کی مشکلات کو محسوس کر سکتے ہیں؟

اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر محض عام لوگوں میں آنے جانے سے کسی رہنما کو عوامی رہنما کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ رسول برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جہاں نوع انسانی کے تمام مسائل کا بہترین حل ہے۔ وہاں آپ کی زندگی سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ عوامی رہنمائی کے لئے کون سے اوصاف ضروری ہیں۔

سرور عالم دنیا کے آخری رہنما بن کر تشریف لائے۔ آپ نے عوام و خواص سب کی رہنمائی فرمائی۔ دنیا کو یہ بتایا کہ عوام کی رہنمائی کے لئے میرا نقش قدم آخری نقش قدم ہے۔ آپ نے روحانیت اور اخلاق کی تمام قدروں کو عام کیا۔ چھوٹے اور بڑے کی تمیز کو مٹایا۔ نسلی بتوں کو توڑا۔ رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹایا۔

آج سے چودہ سو برس پہلے دنیا کی دوسری قوموں کی طرح عرب میں بھی اونچ نیچ کا نظام تھا۔ انسانیت آقائی اور غلامی میں تقسیم ہو چکی تھی۔ غریبی زیر دستوں کی ایک ذلت تھی۔ اونچی ذات نے انسانیت کو نیچی بنا کر رکھ دیا تھا۔ ان کو عزت بخشنے والے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے رحمت والے نبی کو دنیا کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے اعلان کیا کہ تم سب ایک ماں کی اولاد ہو، قبیلوں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ اس تقسیم سے تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں صاحب عزت وہ ہے جو اپنے مالک کے نزدیک اچھا ہے۔ تمہارے مالک کو سب خبر ہے کہ تم کس طرح زندگی گزار رہے ہو۔

آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ آقائی صرف خدا کے لئے ہے۔ انسان سب اس کے بندے ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

خدا کی توحید اور انسان کی عظمت کی بنیاد پر ہادی عالم نے باقاعدہ ایک عوامی تحریک شروع کی۔ روحانیت کی عوامی تحریک کے رہنما مکہ کے ایک رئیس خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان سرداران کی اولاد ہیں جو دوسروں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ ماحول کا تقاضا تھا کہ نبی آخر الزماں کے اس شہزادہ میں بھی غرور ہوتا، نسلی گھمنڈ ہوتا، لیکن آپ کو تو دنیا کے پسماندہ طبقوں کو ترقی کا راستہ دکھانا تھا۔ اس لئے آپ عرب کے آقا اور سردار ہوتے ہوئے بھی غریبوں کی طرح رہتے ہیں۔ امیرانہ ٹھاٹ باٹ سے گریز کرتے ہیں۔ غلاموں کا سا لباس پہنتے ہیں۔ غریبوں کی طرح سادہ معاشرت کو پسند کرتے ہیں تاکہ آپ کی عملی زندگی کے پیغام کی بہترین شہادت ہو۔ مظلوم طبقہ کے دل سے احساس کمتری دور ہو۔ اور ایک ہاشمی شہزادہ کی سادہ معاشرت ہی دیکھ کر ان کے دلوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو۔

غریبانہ معاشرت

ہادی عالم عرب کے روحانی شہنشاہ ہیں۔ سیاسی اقتدار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ کا اشارہ ہو تو سونے اور چاندی کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لا کر ڈال دیئے جائیں۔ عقیدت مند آپ کے سامنے غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے رہیں مگر دیکھو یہ ہادی عالم کا رہن سہن ہے۔

آپ کا حجرہ چھ سات ہاتھ سے زیادہ لمبا چوڑا نہیں اس کی دیواریں کچی مٹی کی ہیں جن پر کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں کا ایک چھپر پڑا ہوا ہے اس چھپر کے اوپر ایک کمبل کھچا ہوا ہے تاکہ بارش کی بوندیں نہ پہنچ پائیں۔ چھت کی اونچائی اتنی ہے کہ آدمی کھڑا ہوتا ہے تو اسے چھو لیتا ہے۔ دروازے پر ایک پٹ ہے اور پٹ کے آگے پردے کے لئے صرف ایک کالا کمبل ڈال رکھا ہے۔

اس گھر کا سامان بھی دیکھو۔

سرور دو جہاں کے ہاں صرف ایک چارپائی ہے۔ ایک بستر، ایک تکیہ، جس میں روئی کے بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ آٹا اور کھجوریں رکھنے کے لئے دو مٹکے ہیں، پانی کا ایک برتن ایک پیالہ، گھر میں روشنی کی یہ حالت کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی ہیں گھر میں چراغ نہیں جلتا۔ رسول پاک کی غربت اختیاری تھی۔ آپ کے غلاموں میں عثمان غنیؓ جیسے صاحب ثروت بزرگ بھی تھے جو انفرادی اور جماعتی کاموں کے لئے غلے سے لدے اونٹ خدا کی راہ میں خیرات کر دیا کرتے تھے۔ ایسے رفیقوں کے ہوتے ہوئے آپ کا غریبانہ زندگی بسر کرنا صرف امت کے لئے تھا۔ اور اسی لئے تھا کہ جب کبھی حضرت ابو ہریرہؓ جیسے رفیق ناتوانی سے نڈھال ہو کر مسجد میں اوندھے لیٹ جاتے تو حضور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولت کدہ پر لے جاتے۔ ابو ہریرہ کی مزاج پرسی فرماتے اور ناتوانی کا حال سن کر ارشاد فرماتے۔ جاؤ ابو ہریرہ! ازواج مطہرات کے پاس جا کر یہ کہو کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو وہ دیدو۔ اور جب ابو ہریرہ رسول پاک کی نیک بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے تو ہر گھر سے یہ آواز آتی ابو ہریرہ یہاں تو برکت ہے، یہاں تو برکت ہے۔ ابو ہریرہ مایوس ہو کر اپنے نبی کی خدمت میں واپس آتے اور حضور ان سے فرماتے۔ ابو ہریرہ یہ خیال نہ کرو کہ خدا کی راہ میں بھوک پیاس کی تکلیف صرف تم ہی اٹھا رہے ہو۔ میں بھی تین وقت کے فاقے سے ہوں اور میرے گھر میں بھی اللہ کے نام کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ حال دیکھا ہوگا تو انہیں تسلی ہو گئی ہوگی اور اگر وہ یہ دیکھتے کہ اصحاب صفہ تو دانے دانے کو ترستے ہیں اور اللہ کا رسول اور اللہ کے گھر والے مرغن غذائیں اور عیش کی زندگی گزار رہے ہیں تو ان کا دل ٹوٹ جاتا اور رسول پاک کی چلائی ہوئی تحریک سے ان کا تعلق کمزور ہو جاتا۔

نبی برحق کی غریبانہ زندگی نے لوگوں کے دل سے اس زندگی کو حقارت سے دیکھنے کا جذبہ نکال دیا۔ غریب زندگی رکھنے والوں کے دل مضبوط ہو گئے۔ ان میں خودداری اور عزت نفس کی روح دوڑ گئی۔

مساوات اور برابری

عوامی رہنمائی کی یہ بھی خاص ادا تھی کہ عیش و آرام کے وسائل پر دسترس رکھتے ہوئے بھی آپ ان سے دور رہے، غریبوں کی خاطر غربت کو پسند کیا۔ اور دعا فرمائی:۔

الٰہی مجھ کو زندہ رکھ مسکینی میں مجھ کو موت دے مسکینی میں۔ میرا حشر فرما مسکینوں کے ساتھ

عوامی رہنمائی کی دوسری شان مساوات و برابری کا جذبہ اور اس کا عملی مظاہرہ ہے۔

قریش کے سرداروں کے ساتھ حضور کا سب سے بڑا اختلاف یہ تھا کہ حضور نے خاندانی روایات کے خلاف غریب لوگوں کو اپنے قریب جگہ دی۔ دوستوں کی طرح ان سے پیار کیا۔ سوسائٹی میں ان کی عزت بڑھائی۔ انہیں تمام انسانی حقوق عطا فرمائے (باقی صفحہ پر)

پہلے مجھے دیکھئے

○

اگر اس دائرہ میں یہ + نشان ہے تو سمجھئے کہ اس پرچہ سے آپ کی خریداری ختم ہے۔ آپ بذریعہ منی آرڈر سالانہ قیمت بھیج دیجئے یا وی پی کرنے کی اجازت دیجئے۔ آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو تب بھی اطلاع دیجئے۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی بھیجا جائیگا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ منی آرڈر بھیج کر آپ وی پی کے خرچ سے بچ سکتے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ عزیز کرنول

۲۹ رجب سنہ ۱۳۹۰ھ روز پنجشنبہ

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

غزوہ دومۃ الجندل کے بعد غزوہ خندق کی تیاری ہوئی۔ اسلام میں اس غزوہ کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس غزوہ میں عرب کے تمام قبیلوں نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ مدینہ کے جملہ تمام اہل کتاب نے اپنا معاہدہ توڑ دیا تھا۔ منافقین نے اپنی ریشہ دوانیوں سے مومنوں کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی حالت نہایت شکستہ اور پژمردہ تھی۔ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ کھانے پینے کی قلت سے کمزوری اور اضمحلال طاری ہو رہا تھا۔ ان کی کمزور آوازوں سے ان کی ناتوانی اور ضعف کا اندازہ ہوتا تھا۔ یہ سب آلات حرب سے تہی دست تھے۔ صرف اپنے بچاؤ کے لئے خندق کھود رکھا تھا۔ اسی کسمپرسی اور بے نوائی کی حالت میں حق کے لئے سینہ سپر تھے۔

اس کو غزوہ احزاب اور غزوہ خندق کہتے ہیں۔ یہ غزوہ ماہ شوال ۵ھ میں واقع ہوا۔

اس غزوہ کی ابتدا یہودیوں سے ہوئی۔ قبیلہ بنو نضیر کے یہودی سلام ابن ابی الحقیق، حیی بن اخطب اور کنانہ ابن ابی الحقیق اور قبیلہ بنو وائل سے ہوذہ بن قیس اور ابو عمار وغیرہ نے مدینے سے خروج کیا اور مکہ پہنچ کر قریش سے ملاقات کی۔ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ و پیکار پر [illegible] اور [illegible] ہمیشہ تک برابر ساتھ رہیں گے۔ یہاں تک کہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کر دیں گے۔ اہل قریش نے کہا اے یہود تم اہل کتاب ہو۔ کتب سابقہ کا علم رکھتے ہو۔ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان اختلافی مسائل کو بھی خوب جانتے ہو۔ بتاؤ! ہمارا دین اچھا ہے یا محمدؐ کا؟ یہودیوں نے جواب دیا تمہارا دین محمد کے دین سے بہت زیادہ اچھا ہے۔ اور تم ہی حق کے زیادہ مستحق ہو۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید میں قرآن نازل فرمایا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (النساء)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو کتاب دئے گئے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں جبت اور شیطان پر اور کافروں سے کہتے ہیں کہ یہ مومنوں سے زیادہ تر ہدایت پر ہیں۔ انہی لوگوں پر اللہ نے لعنت کی اور جن لوگوں پر اللہ نے لعنت کی ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ الغرض ان یہودیوں کے اس قول پر بہت خوش ہوئے کہ وہ مومنوں سے زیادہ ہدایت پر ہیں اور وہ سب [illegible] دعوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ و جدال پر راضی ہو گئے اور [illegible] اور ابو سفیان کو جمع کیا [illegible] تو اب قبیلہ بنو غطفان کی طرف رجوع کیا۔ اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ و جدال پر ترغیب دی اور کہا کہ ہم [illegible] ہم تمہارے ساتھی اور مددگار رہیں گے نیز تمام اہل خیبر کی مال و دولت اور بے پناہ لشکر سے تمہاری حمایت اور نصرت کریں گے۔ چنانچہ اہل غطفان بھی راضی ہو گئے اور ہر طرف سے فوجوں کے جتھے جمع ہونے لگے۔ اس کارزار میں اہل قریش کا سپہ سالار ابو سفیان بن حرب تھے۔ اور قبیلہ بنو غطفان کے قبیلہ بنی فزارہ کا سپہ سالار احمق المطاع عیینہ بن حصن تھا۔ اور قبیلہ بنو مرہ کا کمانڈر حارث بن عوف تھا۔ اور قبیلہ اشجع کا کمانڈر مسعر بن رخیلہ تھا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لشکروں کی آمد و جمع اور چڑھائی کی خبر ہوئی تو آپ نے مدینہ کے اطراف خندق کھودی۔ آپ نے بذات خود اس کارزار میں حصہ لیا۔ اور کدال ہاتھ میں لے کر مسلمانوں کو خندق اور [illegible] کیا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے جب جدوجہد اور انتھک کوشش کی تو [illegible] سے خندق تیار کی۔ اسی دوران میں اگر کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ضرورت کا ذکر کر کے اجازت حاصل کرتا۔ پھر ضرورت سے فارغ ہوتے ہی جلد تر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اپنا کام کرتا رہتا۔ افسوس تو ان منافقین پر ہے جو اپنی آنکھوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام کو کام کرتے اور محنت و تکلیف برداشت کرتے دیکھتے تھے لیکن خود جی چراتے اور منہ چھپاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر اجازت گھروں میں بیٹھے رہتے تھے۔ جب ان سے باز پرس کی جاتی تو اپنی کمزوری اور بیماری کے بہانے بنا دیتے تھے۔ انہی کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور)

[illegible] چپکے سے [illegible] جو لوگ [illegible] اللہ اور رسول کی نافرمانی [illegible] وہ فتنہ یا دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

خندق کی کھدائی میں صحابہ کرام اشعار و رجزیہ پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اشعار کے آخر قافیہ اور ردیف میں لوگوں کا ساتھ دیتے تھے۔ نیز خندق کی کھدائی کے وقت کئی معجزے ظاہر ہوئے جو آپ کی صداقت اور حقانیت کی کھلی دلیلیں تھیں۔ غیرت و طاقت کا لازوال خزانہ تھی۔ صحابہ کرام نے بچشم خود ان معجزوں کا مشاہدہ کیا اور اپنے ایمان و ایقان میں تازگی پیدا کی۔ فللّٰہ الحمد۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم خندق کھود رہے تھے کہ اچانک ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی۔ اس کو کھودنے اور توڑنے کے لئے ہم نے انتہائی کوشش کی افسوس ہماری ساری قوت اور تدبیر ناکارہ ثابت ہوئی۔ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سخت چٹان کا ذکر کیا۔ اپنی کمزوری اور بے بسی کا اظہار کیا۔ آپ نے ایک پانی کا پیالہ طلب کیا۔ اس میں اپنا لعاب ڈال کر کچھ دعا فرمائی اور حکم دیا کہ اس پانی کو چٹان پر چھڑک دو۔ جو لوگ وہاں حاضر تھے انہوں نے کہا قسم ہے اس پاک پروردگار کی جس نے آپ کو حق اور رسول بنا کر بھیجا وہ سخت ترین چٹان فوراً ہی پاش پاش ہو گئی۔ گویا ایک ریت کا تودہ کھڑا ہے جو سبیل یا پھاوڑا مارتے تو نرم مٹی کی طرح کھل جاتا تھا۔

حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی نے کہا میری ماں نے مجھے طلب کیا اور ایک لپ کھجوریں میرے کپڑے میں ڈالی اور کہا اے بیٹی یہ صبح کا ناشتہ ہے۔ تیرے باپ بشیر بن سعد اور تیرے ماموں عبد اللہ بن رواحہ کو دے آ۔ لڑکی کہتی ہے میں کھجوروں کو اپنے دامن میں لئے باپ اور ماموں کو تلاش کرتی ہوئی جب گزری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکی یہ تیرے پاس کیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا یا رسول اللہ کھجوریں ہیں میرے باپ اور ماموں کا ناشتہ ہے۔ آپ نے کھجوریں طلب کیں لڑکی نے آپ کے دونوں ہاتھوں میں کھجور ڈال دیں جو دونوں ہاتھ بھرنے نہ پائے کہ آپ کے دونوں ہاتھ بھر گئے۔ آپ نے ایک کپڑا بچھایا اور اس پر کھجوریں بکھیر دیں جو کپڑے پر ادھر ادھر پڑے۔ پھر تمام اہل خندق میں اعلان کیا کہ سب حاضر ہوں اور ناشتہ کر لیں۔ پس تمام لوگ حاضر ہوئے اور کھانے لگے کھجور

(باقی صفحہ پر)

بقیہ :- عوامی رہنمائی کا منصب اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بلال و صہیب کو حضور کی مجلس میں برابر زانو سے زانو ملا کر بیٹھے ہوئے دیکھ کر ابوجہل اور عتبہ کی آنکھوں میں خون اتر آتا تھا۔ یہ غریب کے غلام تھے۔ انہیں سرداران قوم کے پاس بیٹھنے کی کیا مجال تھی۔ عرب کے معزز قبیلوں سے ان کا لباس جدا تھا۔ ان کی موت و زندگی میں عزت دار لوگ شریک ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ ان سرداروں کی خواہش تھی کہ ابن عبداللہ اپنی خاندانی روایات کو نہ چھوڑیں۔ غلاموں کو غلام سمجھیں۔ ان سے الگ تھلگ رہیں۔ لیکن ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سرداروں کی خواہش کا کوئی احترام نہ کیا۔ ان سرداروں کے بگڑ جانے کی پرواہ نہ کی، غلاموں کے دل سے غلامی کا احساس دور کرنے کے لئے ہاشمی شاہزادہ نے غلامی کا لباس اختیار فرما لیا۔ غلاموں کی طرح کھانا کھانے کو پسند فرمایا۔

ایک دفعہ خیال آیا آؤ! ابوجہل کی خواہش کو پورا کر دیں۔ بلالؓ و صہیبؓ کے لئے مجلس میں آنے کا وقت مقرر کر دیا جائے تاکہ ان مغروروں کی قسم ٹوٹے اور وہ پیغام حق سننے کے لئے قریب آ جائیں۔

"یہ دور رہتے ہیں" بہانہ یہ بناتے ہیں کہ اے رسول! ہم تمہاری مجلس میں اس لئے نہیں آتے کہ وہاں چوبیس گھنٹے غریب سے غلام گھیرے رہتے ہیں، ہماری عزت اس قابل نہیں کہ جس مجلس میں غلام بیٹھیں وہاں ہم بھی آ بیٹھا کریں۔"

حضور نے دینی مصلحت کی خاطر اوقات کی تقسیم کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وحی الٰہی نے فوراً رجوع حق کی پالیسی کو واضح کر دیا اور اعلان کیا۔

"اے رسول آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے دور نہ کریں، جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں، اور نہ ان سے اپنی نگاہیں پھیریں۔ دنیا کا ساز و سامان دیکھ کر جن لوگوں کے دل ہماری یاد سے غافل ہیں ان کے کہنے میں آ کر ایسی کوئی بات نہ کریں یہ لوگ تو خواہش کے بندے ہیں۔ اور ان کا ہر کام معقولیت سے آگے بڑھا ہوا ہے۔" (سورۂ بنی اسرائیل)

وحی الٰہی کا اشارہ پاتے ہی آپ نے اپنا ارادہ بدل لیا اور ابوجہل ہمیشہ کے لئے مایوس ہو گیا۔ یہ بات کھل گئی کہ اسلام مساوات اور برابری کو کسی قیمت پر بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ مصلحت قربان کی جا سکتی ہے لیکن نسلی چھوت چھات کا کوئی تصور قبول نہیں کیا جا سکتا۔

برابری اور مساوات کو عملی زندگی میں پھیلانا بہت مشکل کام ہے۔ اس کے لئے ہادی عالم نے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ اپنی پھوپھی زاد بہن کو اپنے آزاد کردہ غلام کے نکاح میں دے دیا، بڑے بڑے سرداروں کو ایک غلام کی قیادت قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ کسی کی خوشی کو دیکھا اور نہ کسی کی ناخوشی کی پرواہ کی۔

یہ تھے عوام کے محسن اعظم اور انسانیت کے عظیم خیر خواہ۔

عدل عام اور بے لاگ انصاف

عوامی رہنمائی کی تیسری شان عوام کو بے لاگ اور بے قیمت انصاف عطا کرنا ہے۔ جس رہنما کے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہ ہو اور جس کے سینے میں اپنا مضبوط دل نہ ہو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ عوامی رہنمائی کا دعویٰ کرے۔ انصاف کا نعرہ لگانا آسان ہے، منصفانہ قوانین کی ترتیب بھی کوئی کٹھن کام نہیں۔ انصاف پر گرم گرم تقریریں کرنا بھی بہت آسان ہے۔ لیکن ایک غریب مظلوم کو ایک طاقتور ظالم سے حق دلوانا کام اگر ہے۔ تو یہ ہے۔

مدینہ کے یہودیوں سے اسلام کو کتنا شدید مقابلہ ہوا۔ یہ یہودی حضور کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔ کسی موقع پر حضور کو اذیت پہنچانے سے نہیں چوکتے۔ انہوں نے حضور کو زہر بھی دیا ہے۔ میدان جنگ میں دشمنوں سے سازش کر کے حضور کو زک پہنچانے کی کوشش بھی کی ہے۔ لیکن جب انہیں انصاف کی ضرورت پڑتی ہے تو یہ ہادی عالم کے آستانے کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہ ہر کام اپنے سرداروں کے اشارہ پر ناچتے ہیں لیکن ان کا انصاف پر بھروسہ نہیں کرتے۔ مدینہ میں اگر کوئی جھگڑا ہو جاتا ہے تو یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر فیصلے کی درخواست کرتے ہیں۔ اس سے ان کے لیڈروں کی بڑی توہین ہوتی ہے مگر ان کو معلوم ہے کہ حق و انصاف کی دولت اگر کہیں سے مل سکتی ہے تو وہ پیغمبر اسلام کا ایوان عدالت ہے۔

ایک انصاری نے اپنے پڑوسی کے کچھ سامان کی چوری کر لی، اور سامان کو لے جا کر ایک یہودی کے یہاں بطور امانت رکھ دیا۔ جب چوری کا اظہار ہوا تو اس انصاری نے اس یہودی پر چوری کا الزام عائد کر کے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حضور کی عدالت میں یہ معاملہ آیا۔ ہر طرف سے اس انصاری کی برأت کی جانے لگی۔ مقدمہ کی ظاہری روداد کو دیکھ کر حضور کا رجحان بھی یہ ہونے لگا کہ انصاری بے قصور ہے اور جس یہودی کے یہاں چوری کا مال پایا گیا وہی قصور وار ہے۔

رسول برحق کا یہ رجحان دیکھ کر وحی الٰہی نے فوراً حقیقت حال کا انکشاف کیا اور ظاہر کر دیا کہ اصل مجرم انصاری ہے یہودی بالکل بے قصور ہے۔ وحی الٰہی کی بے لاگ رہنمائی نے حق کا ساتھ دیا۔ یہ نہ دیکھا کہ انصاری کی چوری کا راز ظاہر کر دینے سے مسلمانوں کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اور دشمن اسلام یہودیوں کی ہمت بڑھ جائے گی۔

یہ تھا وہ بے لاگ انصاف جس کو دنیا نے صدیوں کے بعد مدینہ میں جلوہ فرما دیکھا۔

ایک یہودی اور منافق کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا یہودی نے کہا میں حضور سے فیصلہ کراؤں گا منافق کا اصرار تھا کہ عبداللہ ابن ابی کے پاس چلو وہ بہترین فیصلہ کرے گا۔ منافق کے دل میں چور تھا۔ وہ جانتا کہ ہادی اسلام میری ظاہری مسلمانی کی کوئی پرواہ نہ کریں گے آپ کے نزدیک جو حق ہوگا وہی حق رہے گا۔

چنانچہ یہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے یہودی کے حق میں منافق کے خلاف فیصلہ کر دیا۔

آج کے جمہوری دور میں بہت کچھ دے کر جمہور کو بہلایا گیا ہے۔ مگر انصاف ہر آنے والی طاقتوروں کا تعصب ہے جنہیں انصاف کی ضرورت ہے۔ وہ انصاف کے لئے ترس رہے ہیں۔

عوامی احساس

اسی کی وجہ سے [illegible]

عوامی احساس سے محروم ہیں۔ وہ دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والے دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف کی طرح محسوس کرنے والے ہی انصاف کے علمبردار ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں سے انصاف کی توقع کیا کی جا سکتی ہے جو عوام کی تکلیف سے بے قرار نہ ہوں۔

اسلام عوامی درد پیدا کرتا ہے۔ عوامی درد کا احساس دلاتا ہے۔ اسلام اعلان کرتا ہے۔ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جو اپنے بھائی کے لئے ان باتوں کو پسند نہ کرے جنہیں اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (حدیث)

رحمت والے رسول نے ایک روز ارشاد فرمایا۔

لا یدخل الجنۃ الا رحیم
قالوا کلنا رحیم یا رسول اللہ
قال لا حتی یرحم العامۃ۔

فرمایا۔ جنت میں صرف رحم دل لوگ داخل ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ حضور! ہم سب لوگ رحم دل ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں رحم دل وہ ہے جو عام لوگوں پر رحم کرے۔

ماں باپ اولاد پر رحم کرتے ہیں۔ پڑوسی پڑوسی کے ساتھ رحم دلی سے پیش آتا ہے۔ مسلمان مسلمان اور ہندو ہندو پر ترس کھاتا ہے لیکن کیا یہ رحم ہے کیا اسے ترس کھانا کہتے ہیں؟

رحمت عالم نے اسے صاف کر دیا اور بتا دیا کہ رحمدلی یہ ہے کہ نہ مذہب کا سوال سامنے ہو نہ برادری اور قوم کا۔ ان تمام امتیازات سے بالاتر ہو کر ہر قابل رحم انسان پر رحم کیا جائے اور [illegible] کے کام آنا رحمدلی ہے۔ اور اسلام اسی رحمدلی کی تعلیم دیتا ہے۔ کیونکہ وہ عوام کا مذہب ہے۔ عوام کی نجات کے لئے آیا ہے۔ اور اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ عوام کی

رہنما ... ہوئی ہے اور عوام اس کی رہنمائی پر مجبور ہو رہے ہیں۔

وہ عوام جو عصبیت ہیں جو قومی تعصبات میں مبتلا ہو کر اپنی دولت کو پھوڑ رہے ہیں۔

انسان خود

کمال پروری

تکلیف اٹھا لیتا ہے، لیکن اپنی اولاد کو تکلیف میں ڈالنا گوارا نہیں کرتا۔

اقربا پروری، عصبیہ پروری اور احباب پروری کے اس دور میں سرور عالم کا یہ ایثار دیکھئے کتنا عظیم ایثار ہے کہ عوام کی بھلائی کی خاطر اولاد کو بھی اپنے ساتھ تکلیفوں میں ڈالا جا رہا ہے۔

زہرا جو کہ اپنی پیاری بیٹی ہیں۔ ابا جان کو یقین نہیں ہے تا جب تک کہ بیٹی کو فاقوں کے بعد نہ دیکھ لیں۔ اور اپنا کلیجہ ٹھنڈا نہ کر لیں۔

اس پیاری بیٹی کو اپنے غریب شوہر کے نکاح میں دیا جنہوں نے اپنے استعمال کی زرہ فروخت کر کے مہر کا انتظام کیا۔ مدینہ میں تو امیروں کی کمی نہ تھی امیر زادوں کی بیٹی رسول اکرم نے ابو طالب کے بیٹے علی کا انتخاب کیا۔

جہد شعار باپ کی وفا شعار بیٹی نے غریب شوہر کے ساتھ زندگی گذارنی شروع کر دی۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑنے لگے۔ ایک روز شوہر کو ترس آیا حضرت سیدہ سے کہا۔ سیدہ! گھر کا تمام کام کاج تم خود کرتی ہو تمہیں ایک خادم کی ضرورت ہے۔ تمہارے ابا جان کے پاس غنیمت کے غلام آئے ہوئے ہیں۔ تم جاؤ اور ان سے کہہ سن کر ایک باندی لے آؤ۔

سیدہ سمجھ میں آ گیا۔ ابا جان کی خدمت میں پہنچیں۔ ایک باندی کے لئے درخواست کی۔ ابا جان نے ارشاد فرمایا۔ بیٹی ابھی دیگی اصحاب صفہ کی ضروریات کو پورا کرنے سے فارغ نہیں ہوا۔ تمہیں دینے کو کوئی باندی ... ...

حضرت ... رضی اللہ عنہا ... ... ابھی ... کی ... باندیاں ... چاہئیں ... حضرت فاطمہ ... ... اچھی ...

... واپس کر دیا۔

اسی طرح ایک روز حضرت علی نے حضرت سیدہ کو ایک زیور لا کر دیا۔ سیدہ نے خوشی خوشی پہن کر اپنے ابا جان کو دکھایا۔ حضور نے دیکھا اور خوش ہونے کے بجائے ناخوشی کا اظہار فرمایا۔

مزاج شناس بیٹی نے وہ زیور اپنے شوہر کے ہاتھ بازار میں فروخت کرا دیا۔ اور اس کی قیمت اصحاب صفہ پر تقسیم کرا دی۔

آج کل مفاد پرست اور اقربا پرور دنیا قوامی ہمدردی کے اس پاک اور سچے جذبہ کو کیا سمجھ سکتی ہے۔

آج کمال اور صلاحیت کی قدر دانی کہاں ہے؟ آج با کمال انسانوں کی کون قدر کرتا ہے۔ ہر طرف خویش پروری ہو رہی ہے پارٹی پرستی آج کے تمام نہاد قوامی دور میں جمہوریت کی شعار ہوتی ہے۔ اس لئے اہل کمال جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں نااہل برسر اقتدار آتے ہیں نتیجہ اس کا ظاہر ہے عوام کے دل میں حکومت کی طرف سے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں پایا جاتا۔ یہ قوامی رہنمائی کی چوتھی شان ہے کہ قوامی رہنما کمال کی قدر دانی کرتا ہے۔ اس کی نگاہ میں خویش و اقارب کی جگہ اہل کمال کا احترام ہوتا ہے۔ وہ اصول کو دیکھتا ہے۔ وہ یہ کہ ان ... کے حقیقی مفاد پر نظر رکھتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر یہ دعویٰ کرنا بیجا نہیں بلکہ دعویٰ حق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم اور آپ کی سیرت پاک ہی نوع انسانی کی نجات کا وسیلہ ہے۔

جناب سید یعقوب صاحب عرفی ... ... سید ... ...

... ... کی تاب داری

مضامین روشنائی سے لکھے ہوئے صاف خط میں بھیجئے

جناب حبیب الرحمن داماد ہمانگری کا تعارف

بتاریخ ۵ اگست ۱۹۶۶ء بروز ... حبیب الرحمن ... امانت اللہ اور ... حبیب صاحب کے بھتیجے ... کو عالم بنتے ہیں۔ اپنی ... کے لئے جناب اکرام ... صاحب ایڈیٹ کے مکان۔ ... راجندری ... ہم اور جماعت کے دو چار آدمی ... پہنچے مجھے معلوم ہوا حبیب الرحمن کی کوئی ... نہیں ہے یہ حرف ... مولوی صاحب ہیں۔ ... امانت اللہ ... دکھائی ... اور ... نظام ... سے خالی تھی۔

دوران گفتگو میں ... اکرام الحق صاحب نے پوچھا کہ مناظرہ کس کو کہتے ہیں؟ حبیب الرحمن صاحب ... مگر ... سے بتا رہے تھے۔ میں نے حنفی مناظرہ کی تعریف ترجمہ النحو ... فی الحجۃ بین الشیئین اظہارا للصواب ... اور مطلب بتایا۔ آپ ... بولا اسکے ترکیب نحوی ... اظہارا للصواب کیا ہے؟ میں ... کہا ... مرتبہ آپ نے ... کہا۔ ... معترض کی نظریں میری طرف اٹھیں ... ... حال ... آپ ... حال ... اچھے ... ... جانے لگے ... کہ ... ... مفعول لہ ہے ... ... ترکیب نحوی ... ایک ہی ... مختلف ... میں ... اظہار الصواب ... مفعول لہ ہے۔ آپ مناظرہ ... ... آپ ... ... اپنی جہالت کا ثبوت ... لیے۔ ... ... کے مطابق ... اعتراض کرنے اور معقول جواب ملنے کے لئے آپ ... ہے میرے اکرام ... صاحب کے پاس ... رکھ ... ... کہ ... تیار ہو گئے کہ حبیب الرحمن ... خود ایک ... کی ... ... اور ... ... رہے۔

جناب حبیب الرحمن ... اور ... راجندری کے ... ... سوال جواب ... ... راجندری سے نکال دیں گے۔ چنانچہ حبیب الرحمن راجندری ... سب سے پہلے اکرام الحق صاحب نے ... ... اور ... ... کے بعد آپ نے ... مناظرہ ... ... کی صورت میں آئندہ اشاعتوں میں شائع ہوں گے۔ ناظرین کرام خود ان تحریروں کو ... ... اور ان کی علمی قابلیت کا اندازہ لگائیں۔

مشعلِ دکن

کمیٹی کی طرف سے اپیل کی جاتی ہے کہ یہ جو شاہ ... دینی ... رقم ... ... اگر ... تو ... ... تمام ... ... کو خوش کریں۔

کمیٹی کے ... ...

سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ ص ۳)

بڑھتے جا رہے تھے یہاں تک کہ تمام کارندوں نے خوب اور آسودہ کھایا۔ پھر بھی کھجور بڑھتے رہے۔ آخر کپڑا کھجوروں سے بھر گیا۔ اور کھجور کپڑے سے باہر چھلکنے لگے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک چھوٹی سی پتلی بکری تھی۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جو پیس کر روٹی بنا لو اور اس چھوٹی بکری کو ذبح کرتا ہوں اس کا گوشت بھون لو۔ جب حضور خندق کھودنے والے تمام دن کام کر کے شام کو گھر واپس ہونگے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر واپس بلاتا ہوں یہ ماحضر آپ کی ضیافت میں پیش کرونگا۔ چنانچہ جب شام ہوئی لوگ خندق سے فارغ ہو کر گھروں کی طرف مراجعت کی۔ حضرت جابر رضی نے چپکے چپکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلئے۔ اور جو کچھ ماحضر ہے اس کو قبول فرمائیے۔ آپ نے منظور فرمایا اور فوراً ہی موقف میں اعلان کر دیا کہ تمام لوگ جابر بن عبد اللہ کے مکان چلیں سب کے لئے آج شب کے کھانے کا انتظام وہیں ہوگا۔ اعلان سنتے ہی حضرت جابر نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہنے یہ بلا عظیم میرے گھر کا باری ہے میں نے صرف ایک آدمی کا انتظام کیا تھا۔ اور یہاں تو سینکڑوں ہزاروں مدعو ہو گئے۔ غرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارا موقف آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ حضرت جابر نے کہا۔ گھر پہنچ کر ہم نے سارا ماحضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور اللہ کے مقدس نام سے کھانا شروع کیا۔ تمام لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑے ساری قوم فراغت سے کھا کر اپنی خندق آسودہ ہو گئے۔ لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ رہا۔ اور سب سیر شکم ہو کر خوش و خرم واپس گئے۔ خندق کے اثنا کھدائی میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں خندق کھود رہا تھا ایک جگہ

کھودا کہ اچانک ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن اس کو توڑ نہ سکا۔ پاس ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے میری جد و جہد کو دیکھ رہے تھے۔ جب میری ناکامی کو دیکھا تو خود خندق میں اتر آئے اور اس زور سے کدال ماری کہ اس سے ایک بجلی چمک اٹھی دوسری کدال ماری تو دوسری بجلی کوند پڑی۔ جب تیسری ضرب لگائی تو تیسری بجلی چمکی۔ حضرت سلمان رض حیران ہو گئے۔ اور کہا اے رسول اللہ! یہ کیا آپ کی کدال سے بجلیاں چمکتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلی چمک یہ کہ اللہ نے مجھ کو ملک یمن پر فتح دی۔ دوسری چمک یہ کہ اللہ نے مجھ کو ملک شام اور ممالک مغربیہ پر فتح دی اور تیسری چمک یہ کہ اللہ نے مجھ کو ممالک مشرقیہ پر فتح دی۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں فتوحات کی کثرت ہوئی اور بے شمار ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے جن ممالک کو تم نے فتح کیا ہے۔ اور آئندہ قیامت تک فتح کرو گے ان تمام فتوحات کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے رکھا ہے۔

(باقی آئندہ)

شعر

[illegible]

الوسیلۃ فی الاسلام

(بقیہ صفحہ اول)

جو بار بار معاف فرماتا ہے کہ اگر کوئی انسان دنیا میں کتنا ہی بڑے سے بڑے حق و پیوند ذکر نے اگر میں چاہوں تو معاف کر سکتا ہوں مگر حق وہیں ہی دوسروں کو بھی شریک کرے تو کبھی معاف نہیں کرتا۔ یہ ایسی مثال ہے کہ شریف اور غیور شوہر اپنی بیوی کا کتنا ہی بڑے سے بڑا قصور کیوں نہ ہو۔ وہ چاہے تو معاف کر سکتا ہے۔ مگر وہ قصور جس میں بیوی اپنے پیارے شوہر کے رہتے ہوئے غیر مرد سے تعلقات رکھتی ہے وہ کبھی معاف نہیں کرتا۔ اگر وہ معاف کرے تو وہ شوہر نہیں بلکہ دیوث۔ کمینہ اور بے غیرت جانور ہے۔ جب انسان کی غیرت کا یہ عالم ہے تو پھر خداوند غیور کی غیرت کا تصور کون کر سکتا ہے۔ جس کے جمال غیرت کے ایک ادنیٰ پر تو سے یہ تمام عالم۔ جمال عفت و حمیت سے فراواں ہوا۔ وہ ایسے بندہ کو کب معاف کر سکتا ہے جس نے غیر کی شرکت کا داغ اپنے دامن پر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ساری دنیا کا رب ہے۔ کیا باپ کے پاس مانگنے کے چچا یا ماموں کا وسیلہ درکار ہے؟ اللہ رب العزت ساری دنیا کا خاوند ہے۔ کیا ایک بیوی کو اپنے پیارے خاوند سے کچھ مانگنے کے لئے اس کے کسی دیور یا کسی غیر مرد کا وسیلہ ڈھونڈنا سراسر بے حیائی، بے غیرتی اور شرم کی بات نہ ہوگی؟ قرآن مجید میں کئی جگہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ ہی سے بلا واسطہ مانگو۔ اور رقم آوری دعا میں یہ اس طرح وسیلہ لینے کا کیسا تعلق ذکر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ قادر مطلق کو دنیا کے بادشاہوں کو سمجھنے والوں کا ایمان ٹھیک نہیں۔ بادشاہ ملک کا انتظام اکیلا کرنے سے عاجز و لاچار ہے اس لئے اس کو وزراء و حکام کے ذریعہ ملک کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اور اپنے وزیر برابر کام کرتے یا نہیں اطلاع کے بادشاہ کو معلوم نہیں ہوتا اور ملک میں ظلم و آزاری کے ڈر سے بعض وقت عہدہ داروں کی جھوٹی سفارش اور ناجائز وسیلہ سرکار ماننا پڑتا ہے۔ اور بادشاہ

اپنے جان و مال کے خوف سے ظلموں پر پردہ ڈالا جاتا ہے تاکر بغیر اجازت اس کے پاس نہ جانے دیں۔ دونوں جہاں کا خالق و مالک عالم الغیب پروردگار دو عالم کسی کا محتاج اور کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ خدائے تعالیٰ اپنی قدرت سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ اور قرآن میں صاف ہے کہ مجھ ہی سے دعا کرو قبول کرونگا۔ اور مراد میں پوری کرونگا۔ پھر اللہ کی اس عام اجازت اور مرضی کے خلاف ادھر ادھر وسیلہ کے لئے بھٹکنا کیا یہ سراسر جہالت اور نادانی نہیں؟ قرآن مجید صاف کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اقوال اور افعال پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جو اعمال صالحہ اور اوصاف حمیدہ ہوتے ہیں وہی وسیلہ ہیں جن سے خدا کی خوشی اور رحمت اور فلاح پانے کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا نیک عمل کی اصلی پیروی کے وسیلہ کو چھوڑ کر قبر والوں کا وسیلہ لیتے ہیں۔ یہ سراسر شرک ہے۔ ہماری حنفی مذہب کے تمام کتابوں میں صاف ہے۔ اس کے پیشتر کے مضمون میں چند کتابوں کا حوالہ دیا ہوں۔ پیران پیر حضرت عبد القادر جیلانی رح بھی صاف طور پر وسیلہ کو حرام کہے ہیں۔ (دیکھو فتح ربانی۔ فتوح الغیب) اس لئے میری یہ رائے ہے کہ ساری دنیا والوں سے کٹ کے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بلا وسیلہ حق طلب ہو جائیں۔ اور دعا میں بندہ اور اللہ کے درمیان کسی مخلوق کو حائل نہ کریں۔ اور شرک سے بالکل بچ جائیں۔ اللہ عز و جل سے یہ دعا ہے کہ ہم تمام کو شرک و بدعت سے بچا کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کر سکیں والتسلیم۔ ان ہی سنتوں پر تمام کو حضور انور صلعم کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین ثم آمین۔

جے۔ عبد الستار

وظیفہ یاب ری بی۔ کرنول

عصمت انبیاء علیہم السلام

حضرت یونس علیہ السلام

قال اللہ۔ وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ اور مچھلی والے جبکہ وہ غضب آلود چلا اور اس نے گمان کر لیا تھا کہ اللہ اس پر تنگی نہ کرے گا۔

معترضین نے مذکورہ بالا آیت سے آپ پر اعتراض کیا ہے کہ آپ نے اللہ پر غضب اور غصہ کیا جو شان نبوت کے خلاف ہے۔

جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں کامل تدبر نہ کرنے کا نتیجہ بجز ان غلط فہمیوں کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ معترض نے نہایت سخافت عقلی سے کام لیا ہے۔ اور ایک نبی اللہ کی نسبت جن کی شان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا تفضلونی علی یونس بن متی یعنی مجھ کو حضرت یونس پر فضیلت مت دو فرمایا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی شان میں مذکورہ بالا اعتراض سخت گناہ بلکہ اقرب الی الکفر ہے۔ آیت مذکورہ بالا میں کوئی ایک لفظ بھی نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اظہار غضب کیا ہو۔ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ قوم کی سرکشی اور نافرمانی سے سخت غضب آلود ہو کر نکل گئے۔ چونکہ ایک نبی کو اپنی قوم کی اذیت اور نافرمانی پر صبر و استقلال کرنا نہایت ضروری ہے بنا بریں آپ کا غضب میں آکر ان سے قطع تعلق کر لینا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوا۔ اسی لئے آپ سے مواخذہ ہوا اور آپ مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہوئے۔

سید احمد خاں لکھتے ہیں۔ علماء نے آیت فالتقمہ الحوت کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ مچھلی نے یونس کو نگل لیا مگر اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ مچھلی نے یونس علیہ السلام کو لقمہ بنا کر منہ میں رکھ لیا۔ آپ کا مچھلی کے پیٹ میں جانا ثابت نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ جناب یہ خیال آپ کی زبردستی ہے۔ بلکہ تم خوب سمجھ لیجئے کیونکہ آپ کے لئے معجزات کے انکار میں تاویلات رکیکہ و بارہ سے کام لینا اور لغت و معنی میں تحریف کرنا ضروری ہے۔ آخر اپنے متبعین کو بھی مطمئن کرنا آپ کا فرض ہے۔ غور سے سنئے۔ التقم کے معنی جو آپ نے کئے ہیں غلط ہیں۔ التقام کے معنی لقمہ کو حلق کے نیچے اتارنے کے ہیں نہ کہ صرف لقمہ کو منہ میں رکھ لینے کے۔ دیکھو منتہی الارب۔ التقام: فرو خوردن لقمہ را۔ المنجد میں ہے۔ التقم الطعام ای ابتلعہ یعنی لقمہ نگل جانا۔

معترضین کا آیت فظن ان لن نقدر علیہ پر اعتراض ہے کہ یونس علیہ السلام نے یہ خیال کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر قدرت نہیں پائے گا۔ یہ سخت گستاخی اور کلام الٰہی کی شان سے بے ادبی ہے۔ نیز ایک نبی اللہ کی شان میں ہتک عظیم ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک نبی پر اور کیا بہتان ہو سکتا ہے کہ اس نے سمجھا کہ اللہ کو اس پر قدرت نہیں ہے۔ حالانکہ ایک جاہل سے جاہل تر آدمی بلکہ ضعیف الخلقت عورت کا بھی یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے باہر ہے۔

کلام عرب میں قدرت کا صلہ جب "علیٰ" آتا ہے تو تنگی کا معنی دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ای ضیق علیہ اس اعتبار سے آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ یونس علیہ السلام نے یہ خیال کر لیا کہ اپنی قوم پر اس طرح غضب آلود ہونے سے اللہ تعالیٰ گرفت نہیں کرے گا کیونکہ آپ نے بخیال خود نیک نیتی سے ایسا کیا تھا۔

معترضین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے۔ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ یعنی مچھلی والے کی طرح مت ہو۔ اس قول سے بھی حضرت یونس علیہ السلام کے خلاف استدلال ہو سکتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں بار بار صبر و استقلال کرنے کا فرمان اور اذیت برداشت کرنے کی تاکید فرماتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی یہی تاکید ہے۔ یعنی یونس علیہ السلام کی طرح دامن صبر کو مت چھوڑو۔ اور قوم کی اذیت پر غضب ناک مت ہو۔

الغرض حضرت یونس علیہ السلام کا فعل مذکورہ بالا بخیال خود خیر محض تھا مگر چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں تھا لہٰذا وہ قابل مواخذہ ہوا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا اس قسم کے اور ترک اولیٰ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے حق میں ظلم اور معصیت کہا جاتا ہے۔

داؤد علیہ السلام

آپ پر معترضین کی طرف سے ایک بہتان عظیم بصورت اعتراض یہ ہے جس کو معمولی ایمان دار کی طرف منسوب کرنا بھی ظلم اور گناہ ہے کہ آپ اوریا نام ایک ہمسایہ سپاہی کی عورت پر عاشق ہوگئے تھے اور فریب سے اس کو مروا ڈالا اور اس کی بیوی کو اپنی ننانوے بیویوں میں شامل کر لیا۔ آپ مسجد میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ مدعی اور مدعا علیہ کی وضع میں آپ کے پاس جائیں۔ اور اپنے جھگڑے کا آپ سے فیصلہ لیں۔ مدعی نے فریاد کی کہ میری ایک بھیڑ یعنی بکری تھی۔ اس شخص مدعا علیہ نے زبردستی چھین کر اپنے ننانوے بکریوں کے ریوڑ میں شامل کر لیا۔ اور اس پر قابض ہو گیا ہے۔ تو آپ کو جھٹ اپنا واقعہ یاد آگیا اور آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کو میرا فعل ناگوار گزرا ہے جس پر بطور تنبیہ کے مجھے مدعی اور مدعا علیہ کے واقع سے نادم کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی جس پر آپ کا گناہ معاف ہوا۔

معترضین اہل الکتاب اس واقعہ کو قرآن مجید کی آیات سورہ ص سے مطابقت دیتے ہیں مگر یہ جھوٹا قصہ ہے جس کی کچھ اصل نہیں ہے کیونکہ نبی کی ہرگز یہ شان نہیں کہ غیر کی عورت سے عشق بازی کرے اور ناحق ایک معصوم جان کو ہلاک کر کے اپنی ہوس رانی اور نفس پرستی کا ثبوت دے۔ یہود اہل کتاب کی اختراع پردازی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ جس طرح انہوں نے دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی روایات کا ایک طوفان بپا کر کے کتاب اللہ کو ایسے اکاذیب سے بالکل پاک و صاف کیا ہے۔

اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ محی السنۃ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نظر ایک خوبصورت عورت پر پڑی جو اتفاقیہ سامنے آگئی۔ آپ نے اس عورت کے خاوند سے درخواست کی کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ یہ درخواست اللہ کو ناگوار ہوئی اس پر اللہ نے آپ کو تنبیہ کی۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اتفاقاً غزوات میں اس عورت کا خاوند مارا گیا اور عورت بیوہ ہو گئی تو آپ نے شہداء کا ماتم نہیں کیا بلکہ فی الفور عورت سے نکاح کر لیا۔ اللہ نے اس پر گرفت اور تنبیہ کی۔ ان واقعات کے سوا عام طور پر جو قصہ مشہور ہے وہ صرف جھوٹ بہتان اور افتراء ہے جو ان کو کفر کی سرحد پر پہنچاتا ہے۔ اسی لئے حضرت علی کہتے تھے من حدث بحدیث داؤد علی ما یرویہ القصاص جلدتہ مائۃ و ستین۔ یعنی جو شخص داؤد کا واقعہ اس طریق پر بیان کرے جو عام قصہ گوؤں میں مشہور ہے تو میں اس کو ایک سو ساٹھ درے ماروں گا جو انبیاء علیہم السلام پر بہتان کی سزا ہے۔ (باقی آئندہ)

دعائے صحت!

جناب الحاج سید احمد صاحب رئیس التجار [illegible] کے عارضہ میں مبتلا اور پریشان ہیں۔ آج کل وہ حیدرآباد میں زیر علاج ہیں۔

ناظرین کرام آپ کی صحت عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

الٰہنا! سید احمد صاحب کو ان کی بیماری اور تکالیف سے نجات دے اور اپنے فیض و کرم سے انہیں صحت و سلامتی عافیت اور تندرستی عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیانی نبی کی حقیقت

از مولوی عبدالرؤف عمری رائیدرگی مدرس مدرسہ حمایت الاسلام ہلرجٹ۔ بلہاری

برادرانِ اسلام! اس دور الحاد میں جبکہ ہر جانب سے مسلمانوں کو اپنے ایمان، اسلام اور عقائد سے ہٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس پُر فتن دور میں چاہئے کہ اپنے ایمان، اسلام اور عقائد میں پختگی پیدا کریں۔

بزرگو! اس مضمون کو اچھی طرح ضبط ذہن کر لیجئے تاکہ قادیانی اور احمدی کسی بھی پارٹی کو منہ توڑ دندان شکن جواب دے سکیں اگر آپ اس مضمون کو اچھی طرح ضبط ذہن کر لیں تو ہمیں آپ کے لئے بہت فائدہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سورۃ صف میں ارشاد فرماتا ہے کہ

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ○ (الصف)

ترجمہ:- اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تورات میں میری خوشخبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں، جو نبی امی عربی یعنی احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کے نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور حضرت کل انبیاء اور رسولوں کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے نہ رسول۔ نبوت و رسالت سب آپ پر ختم ہو گئی۔

[illegible] جب آپ کا احمد کے نام سے پکارے گئے تو آپ کو کوئی نہیں پہچانتا تھا [illegible] کے اندر بھی احمد کے نام سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا رسول جن کی بنا پر تم کو خوشخبری سنائے تھے۔ وہ کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ آچکے۔ قرآن میں لفظ ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جاء یعنی آچکا جب آپکا تو پھر کیے آئیں گے؟ تو جاء آچکا جب خود قرآن کہتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے وہ احمد آچکا تو مرزا غلام احمد جو اس آیت کے نزول سے چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے وہ اس بشارت میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں آیت میں صرف احمد کی بشارت ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص ہیں اور مرزا کا نام احمد نہیں ہے بلکہ غلام احمد ہے یعنی مرزا صاحب احمد کے غلام ہیں۔ آیت مذکورہ میں کسی غلام کی بشارت نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت سے غلام احمد مراد لینا تحریف فی القرآن ہے۔ اور یہودیوں کی صفت ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ اپنے آپ کو نبی تو [illegible] اب اس میں یہ دیکھنا ہے کہ آیا قرآن سچا ہے یا مرزا غلام احمد۔ اگر ہم مرزا غلام احمد کی بات کی تصدیق کریں تو قرآن جھوٹا ہو جائے گا۔ اور اللہ کا کلام سچا ہے وہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مرزا غلام احمد جو نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ وہ بالکل غلط ہے۔ اور وہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سطح زمین پر آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام رکھا جائے تو آپ کی والدہ بی بی آمنہ نے ملائکہ سے بشارت پا کر کہا کہ محمد۔ جب سے آپ محمد کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ پہلا نام ہے جو دنیا میں رائج ہوا آپ سے پہلے محمد کسی کا نام نہیں تھا۔ گویا اللہ نے خاص آپ کے لئے یہ نام محفوظ رکھا تھا۔

سورہ مومن کے اندر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ۔

ترجمہ:- آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو فرمان ہوگا کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

مطلب یہ ہے کہ فرعونیوں کو سب سے زیادہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ سورہ مومن کے علاوہ اشد العذاب کا لفظ دوسری جگہ نہیں آیا۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں جس نے مجھے دیکھا حقیقت میں مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا جو طاقت کہ اللہ نے شیطان سے انبیاء کی صورت میں آنے کی جو طاقت تھی وہ طاقت اس سے چھین لیا۔ ہر ایک کی صورت میں آسکتا ہے مگر انبیاء کی شکل میں ہرگز نہیں آسکتا ہم میں سے ہر شخص مصور ہو سکتا ہے اور ایسے ایسے ماہرین کہ کسی کا بال اگر کچھ ٹیڑھا ہو تو بالکل اسی طرح ٹیڑھا ہی تصویر میں کھینچی ہے۔ لیکن کتنا ہی بڑا ماہر مصور ہو انبیاء کی صورت نہیں بنا سکتا کیونکہ اس سے وہ طاقت چھین لی گئی ہے۔ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں ایسے ایسے صحابہ موجود تھے جو مصوری کا فن اچھی طرح سے جانتے تھے۔ اور رسول اللہ صلعم کی تصویر نکالی جا سکتی تو نکال کر ہر ایک کے گھر میں لٹکی ہوتی۔ مگر وہ آپ کی تصویر بنانے سے عاجز آگئے تھے۔ حدیث کے اندر آیا ہے کہ تصویر بنانے اور بنوانے والے دونوں سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ آج دیکھو نبوت مرزا غلام احمد سخت ترین عذاب میں مبتلا ہیں کیونکہ آج ان کی اور ان کی تصویر بناکر اور بنواکر لٹکی ہیں اور قادیانیوں کے ہر گھر میں ان کی تصویر موجود ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ خود رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ شیطان انبیاء کی شکل میں آ ہی نہیں سکتا اور نہ انکی شکل میں آسکتا۔ اور نہ کسی میں یہ طاقت ہے کہ انبیاء کی شکل اور صورت بنائیں۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد نبی نہیں ہے کیونکہ ان کی تصویر اتاری گئی ہے۔ جس کی تصویر اتاری جا سکتی ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ نیز صحیح حدیث کے مطابق تصویر کشی کی وجہ سے بھی مرزا صاحب کو عذاب ہوتا ہوگا۔ فقط یہ لوگوں کو گمراہ اور فریب میں مبتلا کر رہا ہے۔ اگر مرزا کی بات کو مان لیں تو حدیث جھوٹی ہو جائیگی۔ حدیث تو کسی صورت میں جھوٹی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ایک بات ایسی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص عمل کر کے نبی کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بات ایسی ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رض کو نبی بننا چاہئے تھا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ مرزا صاحب تو نبی بن گئے اور ابوبکر نہیں بن سکے۔ جبکہ حضرت ابوبکر آپ کی زندگی میں بھی آپ کے ساتھ تھے اور غار ثور کے اندر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور مرنے کے بعد بھی آپ کے بازو ہی میں دفن ہوئے ہیں۔ آپ نے رسول کی ایسی پیروی کی کہ ایک ذرہ بھر بھی نہیں چھوڑا۔ عمر بن خطاب افضل تھے کہ آپ کو اللہ نبی بناتا جو کہ عمر بن خطاب آپ کی معمولی سی سنت بھی نہیں چھوڑے۔ اور حضرت علی رض کو تو ساری دنیا مانتی ہے کہ وہ کتنے نیک کردار تھے۔ اور حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں آیا ہے کہ جو ج کرتے تھے وہ اپنے غلام کو کھلاتے تھے اور جو پہنتے تھے وہ پہناتے تھے۔ آپ بیٹھتے وہیں اسے غلام کو بھی بٹھاتے تھے۔ گویا آقا اور غلام میں کچھ فرق اور امتیاز نہیں ہوتا تھا ——— ان کی یہ صفات ان کے اندر بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں لیکن وہ نبی نہ ہو سکے۔ لیکن مرزا غلام احمد کے اندر وہ کون سی صفت و خوبی تھی جو وہ نبی قائم بن گئے۔ کیا یہ ابوبکر رض عمر رض علی رض ابوذر رضی اللہ عنہم سے بڑھ گئے۔ ہرگز نہیں مگر جو شخص اگر ان کی طرف سے نبی مان لے ان کو غلط عقائد کے اندر مبتلا کر دے گمراہ کرنا مقصود ہے۔ اس سے بڑی بھی طرح معلوم ہو گیا کہ وہ باطل جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ یٰسین کے اندر فرماتا ہے کہ

(باقی صفحہ ۹ پر)

قادیانی نبی کی حقیقت

(بقیہ صفحہ)

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ

ترجمہ :- نہ تو ہم نے انہیں کو شعر سکھایا اور نہ یہ انکے لائق ہے۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ مطلب یہ کہ فرمایا اللہ نے کہ ہم نے اپنے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی۔ اور نہ شاعری انکے لئے لائق ہے۔ در دول اللہ صلعم کو شعر گوئی سے نفرت تھی۔ وشعرا اشعار کی طرف آپ کی طبیعت کا میلان تھا۔ اسی وجہ سے آپ کی زندگی میں شاذ و نادر ہی ملتا ہے کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو بھی صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا تھا یا پورا بھی یاد نہیں ہوتا تھا۔ ردیف قافیہ کو توڑ کر پڑھتے تھے۔ جتنے انبیاء دنیا میں تشریف لائے شاعر نہیں تھے جو شاعر ہوتا ہے وہ نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جو نبی ہے شاعر ہو نہیں سکتا۔ آپ کا یہ معجزہ تھا کہ آپ کے خاندان میں بہت شاعر اور شاعرہ بھی تھے۔ خود آپ کی والدہ بی بی آمنہ غضب کی شاعرہ تھیں۔ آپ کو دیکھ کر کھڑے کھڑے قصیدے بولتی تھیں۔ اور خود آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ شاعرہ تھیں اور آپ کے پھوپیاں شاعرہ تھیں اور صحابہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علی وغیرہ بڑے غضب کے اشعار اور قصیدے بولتے تھے مگر رسول کو کسی کا شعر پڑھنا نہیں آتا تھا چونکہ نبی کے لئے شاعری اس کی شان کے خلاف ہے اس لئے آپ نبی شاعر ہو نہیں سکتا۔ جنگ حنین کے دن آپ نے فرمایا ؎

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اس شعر کے اندر وزن ردیف قافیہ سب ٹھیک ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انبیاء شاعر نہیں ہوتے تو اگر آپ کو شعر پڑھتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی بلا ارادہ شعر آپ کی زبان سے نکل گیا تو اس کو شاعری کہتے ہیں۔ ہم ہر شخص کی بات میں شعر بولتا ہے تو کیا ہم اس کو شاعر کہیں گے ہرگز نہیں۔ آپ کو ایک طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ایک اتفاقیہ کلام آپ کی زبان سے نکل گیا۔ جو شعر کے وزن پر پورا اترا نہ کہ آپ نے قصداً شعر کہا ہو۔

حضرت جندب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ آپ کی انگلی زخمی ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا ؎

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

یعنی تو ایک انگلی ہی تو ہے اور تو اللہ کے راہ میں خون آلود ہوئی۔ یہ وزن بھی اتفاقیہ ہے۔ قصداً نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ شعر گوئی سے آپ کو بڑی نفرت تھی۔ تو ان تمام دلائل سے پتہ چلا کہ انبیاء شاعر نہیں ہوتے اور نہ شاعری ان کے لئے لائق زیبا ہے۔

مرزا غلام احمد جو نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ تو بہت بڑے پایہ کے شعراء کرام میں سے ہیں۔ اگر وہ نبی ہوتے تو شاعر نہیں ہوتے جو کہ قرآن کا فرمان ہے کہ میں نے اپنے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی۔ اگر ہم اس کو نبی مان لیں تو اللہ کا فرمان غلط ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ کا فرمان تو کبھی بھی جھوٹا ہو نہیں سکتا۔ تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ نبی برحق محمد مصطفےٰ صلعم ہی ہیں۔ اور مرزا غلام احمد کا نبوت پر دعویٰ کرنا باطل ہے بنیاد ہے۔

اللہ تو کہتا ہے کہ جو کچھ ہم نے اس کو سکھایا وہ سراسر ذکر و نصیحت اور واضح قرآن ہے جو شخص ذرا سا بھی غور و فکر سے کام لے تو اس پر یہ کھل جاتا ہے تاکہ روئے زمین پر جتنے لوگ موجود ہیں ان سب کو آگاہ کر دے اور ڈرائے۔ تو مرزا غلام احمد نے اس حدیث کی تفسیر یہ کی کہ دجال گدھے پر سوار ہو گا یہ کہا ہے کہ گدھے سے مراد ریل گاڑی ہے جو تمام جہان میں گھومتی ہے۔ دجال خر دجال ہے یعنی ریل گاڑی خر ہے۔ اور اس پر سوار ہونے والا دجال ہے مسلمانو! ان الفاظ سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت و نبی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے ہیں کس مرتبہ ریل گاڑی کا سفر کیا ہے۔ ناظرین کرام خود فیصلہ کریں کہ آپ کے لئے کیا فیصلہ کیا جائے۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔ اور جو کوئی کفر کرے تو خدا (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

دوستو! حج ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ اس کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ استطاعت والے مسلمان پر حج فرض ہے۔ جو شخص کھانے پینے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو۔ اتنا مال اس کے پاس ہو پھر حج نہ کرے تو اس کی موت یہودیت یا نصرانیت پر ہو گی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ کے لئے لوگوں پر حج بیت اللہ ہے جو اس کے راستہ کی طاقت رکھیں اور جو کفر کرے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں طاقت رکھ کر حج نہ کرنے والا یہودی ہو کر مرے گا یا نصرانی ہو کر۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جتنے انبیاء دنیا میں تشریف لائے وہ سب کے سب حج بیت اللہ ادا کئے اور خود نبی خاتم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کئے۔ مگر یہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مرزا غلام احمد باوجود اس کے پاس بہت ساری دولت موجود ہوتے ہوئے حج نہیں کئے .... یہ دعویٰ کرنا بے اصل ہے۔ بس آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہم تمام کو اس قسم کے فتنوں سے بچائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلام پاک کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق دے اور اسے قبول فرمائے۔

آمین یارب العالمین

(دستخط)

حجلۃ العروس

رمضان کا مقدس مہینہ ہے جناب عبدالسلام صاحب ناروقی کرنول تشریف لائے ہیں۔ ان کے لئے مسجد اہلحدیث گنڈہ بھاگی کے اندر ونی حصہ میں قریب ہی قریب پردہ لگایا جاتا ہے۔ فاروقی صاحب اس حجلۃ العروس میں چار چھ گھنٹے تک آرام فرماتے ہیں جب تک آپ تعویذ گنڈے کرتے ہیں۔ اس لئے عورتیں آپ کے پاس آتی ہیں۔ وہ تمام مسجد مدنی ہو گئی حجلۃ میں ہو چکی ہیں۔ کئے مرتبہ فاروقی صاحب حضرت ایک عورت کے ساتھ تخلیہ فرماتے ہیں جماعت اس سے مخت ناراض ہے۔ اور وہ ان شریر دوستوں سے کہتا ہے کہ جو عورتیں آتی ہیں وہ اپنے گھر میں ٹھہرائے اور اپنا کھانا کھلائے لیکن یہ معاملہ اس کو گوارا نہیں کرتے کیونکہ ان کی نیت بری ہے۔ وہ جماعت کو دھتکار دیتے ہیں۔ کسی مسافر کے لئے مسجد میں پردہ لگانا شریعت کا قانون ہے نہ کورنمنٹ کا۔ جماعت اس سے خوش ہے نہ عورتوں کی عزت ہے صرف مرتب فاروقی صاحب کے ..... یہ ساری شرارت دو تین آدمیوں کی ہے جن کا سرغنہ عبدالرحیم ہے۔

شریعت میں کسی اجنبیہ سے تخلیہ کرنا سخت حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ ان دو کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے اور دونوں میں بدکاری کا جذبہ ابھارتا ہے۔ مذہب اسلام تخلیہ کو حرام قرار دیتا ہے۔ چنانچہ دو لوگوں میں صحیح تعلق نہیں ہو تو نصف مہر لازم آتا ہے۔ اگر صحیح تخلیہ ہو چکا ہو اگرچہ وطی نہ ہوئی ہو پھر بھی کامل مہر لازم آئیگا کیونکہ تخلیہ قائم مقام وطی کے ہے۔ اس قانون کے تحت ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسجد اہلحدیث گنڈہ بھاگی میں پردہ کے اندر زناکاری اور روسیاہی ہو رہی ہے۔

علاوہ ازیں یہ نالائق حرکت سمجھی گئی ہے کہ پردہ کے اندر عبدالسلام بت کی طرح کھڑا ہوتا ہے ایک اجنبیہ عورت تخلیہ کی حالت میں تعویذ کے لئے پاؤں پر گرتی پڑتی اور جھکتی ہے۔ العیاذ باللہ۔

ان بدمعاشوں سے جماعت لرزاں ہے

(باقی آئندہ)

حضرت مصعب بن عمیرؓ

بسلسلۂ گزشتہ

کہنا تو بہت چاہتے تھے لیکن عمر بھر پہلی مرتبہ ان کی زبان نے ان کے خیالات کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ کہہ سکے تو صرف اتنا کہ یا رسول اللہ میں اس قابل نہ تھا۔ آپ مسکرائے اور حضرت مصعب کو اپنے قریب بٹھا کر بڑی دیر تک [illegible] فرماتے رہے۔

[illegible] کے شہنشاہ کا [illegible] اس کر و فر اور اس شان و شوکت سے قائم [illegible] ہوا کہ اس کے [illegible] بازاروں [illegible] تھا اور [illegible] تفصیل [illegible] سفر تھا اور [illegible]۔

خدا حافظ رسول خدا [illegible] سے بوجھل آواز میں [illegible] دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دئیے۔ تاریخ نہیں بتاتی کہ اس گھڑی خدا کے محبوب نے [illegible] کیا دعا [illegible] ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس وقت آپ نے [illegible] کی حفاظت فرما اور [illegible] مدینے والوں کو ہدایت فرما۔

مدینے میں حضرت مصعب [illegible] حضرت سعد بن زرارہ کے گھر [illegible] گھر گھر [illegible] اشاعت اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ ان کو دن رات ایک ہی دھن تھی کہ کسی طرح سارے مدینہ کو کفر و شرک کی [illegible] سے نکال کر ایمان کا نور [illegible]۔ یہاں ان کی مخالفت [illegible] بت پرست بھی تھے یہودی بھی تھے [illegible] ایک وقت [illegible] تھا۔ ان کے کام میں [illegible] طریقے سے رکاوٹ [illegible] جب [illegible] انتقال [illegible] ہو گئے [illegible] اور [illegible] تبلیغ اشاعت [illegible] ایمان [illegible] آہستہ آہستہ [illegible] اور

اس کے ساتھ ساتھ حضرت مصعب کے وعظ ہوں۔ پھر جیسے حضرت عمرو بن جموح اور ان کی طرف سے [illegible] مدینہ میں [illegible] جب حضرت مصعب نے [illegible] بڑی تقریبات [illegible] پھر [illegible] ایمان لے آئے۔ اور جب قبیلہ عبد الاشہل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو پھر انصار کے گھرانوں میں کوئی گھرانا ایسا نہ تھا کہ جس میں کوئی اسلام نہ لے آیا ہو۔ مدینے میں [illegible] جانے لگے۔

ایک دن حضرت مصعب کا ایک [illegible] نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت چاہی تھی اور وہ دن بھی مدینے میں ایک یادگار دن تھا۔ جب حضرت مصعب نے حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر پر نماز جمعہ کی بنا ڈالی۔ [illegible] اکٹھے ہو کر [illegible] خطبہ دیا۔ پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھائی [illegible] قریب [illegible] مشہور [illegible] مہمان نوازی کی روایت [illegible] نماز کے بعد حاضرین کی ضیافت کے لئے بکری ذبح کی۔ اس طرح یہ شرف بھی حضرت مصعب ہی کو ملا کہ ان کی تحریک سے شعار اسلامی کی بنیاد پڑی جو ساری دنیا کے مسلمانوں کو [illegible] ایک بار باہم [illegible] ہونے کا موقع دیتا ہے۔ صرف ایک سال کے قلیل عرصے میں مدینے کے تمام [illegible] قبیلے جو [illegible] عبد الاشہل اوس اور خزرج ایمان لے آئے۔ اور اس طرح حضرت مصعب کی [illegible] مدینہ [illegible] حضور [illegible] تشریف [illegible] مدینۃ النبی بنا [illegible] آپ کا مستقل [illegible] ٹھہرے۔ دوسرے سال [illegible] اہل مدینہ کی ایک جماعت [illegible] مدینہ کی طرف [illegible] مکہ [illegible] تمام [illegible] ایک [illegible] تھا [illegible] مدینے والوں [illegible] حضور کی تشریف

آوری کا خواہاں ہے۔ یہاں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اس قافلے کی قیادت حضرت مصعب کر رہے تھے۔

مکہ پہنچتے ہی حضرت مصعب کسی سے ملے بغیر سیدھے آستانہ نبوت پر پہنچے۔ فرط مسرت کے ملے جلے جذبات نے ان کے اندر عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی۔ آج سے ٹھیک ایک سال قبل رسول نے ایک اہم ذمہ داری ان کو تفویض کی تھی [illegible] روانہ [illegible] اپنے پروردگار [illegible] کرتا تھا کہ وہ اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اور حضور نے [illegible] سے ان کا خیر مقدم کیا۔ ان کی محنت اور جانفشانی سے بہت محظوظ ہوئے اور ان کے کارناموں کو بہت سراہا اور اللہ کی طرف سے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔

اب ہم اس مرد مجاہد کی زندگی کے آخری دور کی طرف آتے ہیں۔ آئیے ہم اس مبلغ اسلام کو میدان جنگ میں دیکھیں۔ مورخ کا قلم [illegible] کہ حضرت مصعب [illegible] میدان [illegible] کی طرح [illegible] سر بلند [illegible] غزوہ بدر [illegible] سوال پیدا ہوا کہ میدان کارزار میں مہاجرین کا سب سے بڑا علم کس کے ہاتھ میں رہے؟ ہر مہاجر کی تمنا تھی کہ علم برداری کی عزت اسی کو ملے۔ لیکن اس عظیم [illegible] ایک نام [illegible] خوش نصیبی [illegible] اتفاق [illegible] حضرت مصعب کا تھا۔ جنگ احد [illegible] شرف [illegible]

غزوہ احد [illegible] غلطی [illegible] شکست [illegible] منتشر ہو گئے اور [illegible] اسلام [illegible] ان کے داہنے ہاتھ [illegible] حضرت مصعب [illegible] علم [illegible] اسلام کے سرنگوں ہو جانے میں [illegible] تھا۔

لیکن حضرت مصعب [illegible] نے۔ انہوں نے علم کو اپنے دونوں بازوؤں کے حلقے میں لے لیا۔ اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کافر نے کھینچ کر تلوار پھینک دی اور اس زور سے تاک کر ان کے سینے میں نیزہ مارا کہ اس کی انی ٹوٹ کر سینے میں رہ گئی اور حضرت مصعب گر گئے لیکن اس سے پہلے کہ ان کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں ان کی آنکھوں نے دیکھا کہ علم سرنگوں نہیں ہوا بلکہ خود ان کے بھائی ابو الروم بن عمیر نے اس کو سنبھال لیا۔

اس نظارے سے ان کے چہرے پر ایک عجیب سکون کی کیفیت پیدا ہو گئی اور اسلام کا یہ سپاہی [illegible] ابدی نیند سو گیا۔

داستان ابھی یہیں ختم نہیں ہوتی [illegible] باقی ہے [illegible] اس مرد خدا کو [illegible] جو اجر عظیم ملنے والا ہے وہ تو ملے گا لیکن رسول خدا کا انعام تو ابھی اور اسی وقت ملے گا۔

ذرا ٹھہرو [illegible] اپنے عزیز دوست کے لاشے کو اتنی جلدی دفن نہ کرو۔ ابھی رسول خدا کو اپنے اس [illegible] رفیق سے چند الوداعی کلمے کہنے باقی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت مصعب حضورؐ سے ملے بغیر رخصت ہو جائیں۔

لڑائی کے خاتمے پر آپ حضرت مصعب کی لاش کے قریب آئے اور آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ مومنین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے خدا سے جو عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا۔ جہاں تمہارے جیسا حسین و جمیل و خوش پوشاک کوئی نہ تھا لیکن آج تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں۔ جسم پر ایک چادر ہے پھر زبان نبوت نے یہ جملے [illegible] ارشاد فرمایا:۔

بیشک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم قیامت کے دن بارگاہ [illegible] کے ساتھ حاضر کئے جاؤ گے۔

[illegible] مومن [illegible] جس کے ایمان پر اللہ کے رسول نے اس طرح گواہی دی ہو اور اتنے بڑے انعام کی بشارت دی ہو۔

[illegible]

ایصال ثواب کا مقصد اور کون اسکے مستحق ہیں؟

از:۔ مولوی عبدالستار وظیفہ یاب ڈی ایس پی ۔ کرنول

ایصال ثواب کا معنی ایصال ہے معنے پہونچانے کے ہیں یعنے ثواب کے پہونچانے کے ہیں۔

مُردے ہمارے ثواب کے منتظر رہتے ہیں۔ اُن کو ثواب پہونچانے سے بفضلہٖ تعالیٰ قبر میں عذاب کم ہوجاتا ہے یا بخشش ہوجاتی ہے۔ انکو راحت ملتی ہے۔ روحیں خوش ہوتی ہیں۔ اور بہت خوش ہوتے ہیں۔ مُردوں کی زندگی کا حال اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

پیغمبر۔ نبی۔ ولی۔ شہید وغیرہ بفضلِ تعالیٰ وہ خدا کے فرمانبردار بیارے بندے جنتی ہیں۔ قبر میں بھی خدا کی نعمتوں سے بہت سرفراز ہیں اور یہ بزرگان دین نے خود اپنی نیکی۔ پرہیزگاری اور حسن عمل سے اپنے لئے ثواب کا بہت بڑا سرمایہ یعنے ذخیرہ جمع کرلیا ہے۔ ہم گنہگاروں کے بڑے سے بڑے اور سب سے بہتر ثواب سے بھی ان کے درجہ اور مرتبے بہت بہت بلند ہیں۔ وہ ہم جیسے لوگوں کے ثواب کے منتظر نہیں ہیں۔ پھر مزید ان ہی کو ثواب پہونچانے کا کیا مطلب ؟

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ایصال ثواب کے اصل مستحق ہمارے ماں۔ باپ۔ اعزا۔ اقربا یا دوست احباب ہیں جن کی وفات ہمارے سامنے ہوئی۔ اور جن کے حالات سے ہم واقف رہے ہیں یا پھر وہ لوگ ہیں جن کے متعلق کم از کم ہمارا گمان یہ ہے کہ وہ ثواب کے محتاج ہیں یا مستحق ہیں۔ آخر کوئی یہ بھی تو سوچے کہ ثواب کس قسم کے لوگوں کی طرف سے کس کو پہونچایا جارہا ہے؟ کیا آپ کے خزانے میں ثواب کا اس قدر ذخیرہ ہے کہ آپ کو اس کا سنبھالنا مشکل ہوگیا ہے۔ اور آپ مجبور ہوگئے ہیں کہ اپنا زائد از ضرورت ثواب صرف ان بزرگان دین کو پہونچا دیا جائے۔ اگر حقیقتاً اس قدر ثواب آپ کے پاس موجود ہے تو آپ والدین اور احباب کے لئے بخشش دیجئے تاکہ وہ ثواب سے فیضیاب ہوں اور بے قرار روحوں کو آرام ملے۔ انبیاء و اولیاء اللہ کو آرام و راحت ملتی ہے۔ ہاں جب گنہگار بندے انبیاء و اولیاء کو ثواب کا تحفہ ارسال کرے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک بھکاری ایک شہنشاہ کو کچھ دے رہا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اور ان بزرگان دین کا ہم پر واقعی بہت بڑا احسان ہے جن کے ذریعہ ہم تک اسلام پہونچا اور انکے شکریہ کا یہی طریقہ درست ہے جو خود اسلام نے ہمیں سکھلایا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے۔ ارشاد ہے کہ حضور صلعم پر درود پڑھا کرو۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ہر نماز میں حضور پاک صلعم پر درود اور آپ کے آل اصحاب اور نیک بندوں پر درود و سلام بھیجا کریں۔ چنانچہ ہر مسلمان نماز میں اسی طرح درود و سلام بھیج کر ان کے احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور تمام کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے جو بہترین تحفہ ہے۔ اسکے علاوہ اور دیگر زندہ یا مردہ مومن مرد اور مومن عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا قرآن اور احادیث میں صاف حکم ہے۔ اس کے سوائے جو کچھ کہ اب رواج ہے وہ سب غلط اور گمراہ کن ہے۔ ہم کو خود اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئیے۔ خود ثواب کمانے پر مائل ہونا چاہئے۔

نذر و نیاز صرف اللہ ہی کے لئے جائز ہے۔ اسکے سوائے کسی نبی ہوں یا ولی یا بزرگان دین کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔ کیونکہ یہ شرک ہے۔ [illegible] نبی ہوں خواہ ولی ہوں خواہ امام ہوں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ قرآن پاک میں انہی الفاظ میں اس کا صاف حکم ہے۔ رہا یہ نذر و نیاز اور فاتحہ ایصال جو رواج ہیں یہ سب وہ بدعت ہیں۔ قرآنی آیتوں اور احادیث صحیح سے خیر القرون میں کسی نے بھی تمام ہم اور ان کے کرنے کے لئے کیا تھا۔ یہ اور وہ اللہ اور بزرگان دین کی نذر و نیاز اور فاتحہ (ایصال ثواب) جو سال بسال پابندی کے ساتھ کیا رکھو یا۔ بارھویں گیارھویں۔ کنڈورے وغیرہ کی صورت میں کئے جاتے ہیں۔ صرف اس نیت کی غرض سے کی جاتی ہے کہ جان مال میں زیادتی اور برکت ہوگی۔ بال بچے [illegible] اور روزی میں زیادتی ہوگی اور [illegible] نہ ہوگا۔ اور نہ کرنے سے ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ایسے عقیدے خلاف اللہ کی قدرت جو پروردگار دو عالم کے ہاتھ ہے۔ سراسر قرآن پاک اور حدیث کے لحاظ سے کھلا شرک ہے۔ اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ سارے دل والوں سے کٹ کے صرف حقیقتاً اپنے مالک کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

جس کے حضور میں ناصرف ایک لاکھ لگ بھگ ہزار پیغمبر بلکہ فخر کائنات تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دن رات سربسجود رہ کر گریہ و زاری کے ساتھ اظہار و طلب رحمت و مغفرت کا فرمایا کرتے تھے۔ اللہ عز و جل سے دعا ہے کہ ہم سب کو شرک و بدعت سے بچا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے کی ہدایت عطا فرمائے اور روز قیامت ہر تمام کو حضور صلعم کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین ثم آمین۔

حیدرآباد دکن میں دو اہم تاریخی اجلاس

بتاریخ ۱۰ و ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء مطابق ۹ و ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ بروز شنبہ و یکشنبہ زیر صدارت مولانا عبدالوہاب صاحب آروی صدر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس و زیر نگرانی الحاج مولانا فضل الرحمن رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقد ہے۔

اجلاس اول:۔ بتاریخ ۱۰ اکتوبر و ۹ شعبان بروز شنبہ بہ عنوان جلسہ سالانہ مدرسہ تعلیم نسواں و دارالعلوم ابن تیمیہ و دارالحدیث جامعہ دارالحدیث نیرآباد حیدرآباد۔

اجلاس دوم:۔ بتاریخ ۱۱ اکتوبر مطابق ۱۰ شعبان بروز یکشنبہ جلسہ عام جمعیت اہلحدیث آندھرا پردیش جس میں ہندوستان کے مشہور و معروف خطیب مولانا عبدالرؤف رحمانی ناظم مدرسہ سراج العلوم نیپال و مولانا [illegible] مولانا محمد داؤد راز اور خطیب شیریں بیان مولانا مختار احمد صاحب ندوی و دیگر علماء عظام تشریف لارہے ہیں۔ تفصیلی پروگرام عنقریب بذریعہ اعلان کیا جائے گا۔

برادران اسلام بالخصوص اور متعلقین ادارہ [illegible] سے [illegible] ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک جلسہ ہوکر مستفید ہوں۔ [illegible] اجلاس [illegible] شرکت [illegible] فرماویں۔

الداعی:۔ ڈاکٹر محمد عبدالحمید صدیقی ناظم مدرسہ تعلیم نسواں و دارالحدیث و مکتبہ ابن تیمیہ علم القرآن و جامعہ دارالحدیث نیرآباد حیدرآباد۔ (۳ راستے)

نوٹ:۔ مولوی عبدالرب صاحب نے [illegible] کرنول کے [illegible] لکھا ہے [illegible] اپنے ایک [illegible] سے [illegible] کرنول [illegible] ہیں۔ یہ بھی کرنول تشریف لا کر [illegible] صداقت اور شہادت پیش کریں آپ کی آمد و رفت کے اخراجات ادا کئے جائیں گے عدم تعمیل کی صورت میں اس کا انجام برا ہوگا ہوشیار باش۔

(ادارہ)

ایڈیٹر پرنٹر پبلشر عبدالعزیز رحمانی نے دانش اکاڈمی پریس چھتہ بازار حیدرآباد میں چھپوا کر دفتر عزیز کرنول سے شائع کیا۔

دیوبند کی تعلیم

دیوبند کا مدرسہ دارالعلوم قدیم مدرسہ ہے جہاں مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں سے بہت علماء تیار ہوئے جنہوں نے قرآن و حدیث کی اشاعت کی صحیح عقائد اور خیالات کو لوگوں میں عام کیا اور ان میں مذہبی جوش و جذبہ پیدا کئے۔ آج ان لوگوں کو نام ہی دیوبندی قرار دیا گیا ہے دارالعلوم دیوبند تو بیشک دیوبندی خیالات کے لوگ ہندوستان میں پیدا ہوتے اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں جو عقائد اور خیالات سے واقف ہوتے گھر گھر تھی خلاف پیش ہوتی ہر شخص کا نیا عقیدہ … صبح و شام … الگ الگ پڑھتے … کے ساتھ اور … نیاز ہوتے … دارالعلوم کا احسان تھا کہ مسلمانوں کو مشرکانہ عقائد سے بچایا اور اعلیٰ تعلیم کی تلقین فرمائی۔ آج ہم نہایت حسرت و یاس سے یہ مقالہ تحریر کرتے ہیں کہ کل … دین حق کی اشاعت کا … قائم تھا … بدعتوں کی سرکوبی اور خرافات و اختراعات کا دشمن تھا آج وہیں سے تعویذ گنڈے … قرآن خوانی وغیرہ ہوتے ہیں۔ ضلالت اور گمراہی کے تاریکیاں پھیلتی ہیں۔ یہاں کے دارالافتاء کا یہ حال ہے کہ یہاں کا فتویٰ نہ قرآن و حدیث سے ہوتا ہے اور اصول سے بلکہ مرد مفتی کے قیل و قال پر ہوتا ہے۔

جب … صاحب کا حوالہ پوچھا جاتا ہے تو گویا ان پر عقل و فہم ختم ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی جواب نہیں ملتا۔ تعلیمات کا حال تو اللہ اعلم۔ ہمارے شہر کرنول میں مولوی حبیب اللہ صاحب ہیں جو خود کو حنفی اور دارالعلوم دیوبند کے سند یافتہ عالم بتاتے ہیں۔ افسوس ہے ان کے علم اور عقائد کا صحیح معیار اب تک معلوم نہ ہوسکا۔ جب میت کو دفن کرچکتے ہیں تو بریلویوں کی طرح الفاتحہ پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بریلوی عقائد کے ہیں کیونکہ دیوبندی اہلحدیث کی طرح الفاتحہ کے قائل نہیں ہوتے اگر فی الحقیقت آپ بریلوی ہیں تو اہل کرنول کو دیوبندی کے نام سے دھوکا دے رکھا ہے یا آپ اصل دیوبندی ہیں لیکن لوگوں کی چاپلوسی کے لئے بریلوی عمل بھی کرتے ہیں تو ممکن ہے ان دونوں صورتوں میں آپ مجرم ہیں اور دونوں صورتوں میں … اہل علم …

آپ نے بارہا کہا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت ادا ہو چکی تو نماز کو جاری رکھیں۔ اس کی نماز صحیح اور کامل ہو جائے گی۔ یہ عقیدہ خالص اہلحدیث کا ہے اور احناف اس کے سخت مخالف ہیں۔ احناف میں کوئی صورت اس کے جواز اور صحت کی نہیں ہے۔ اس عقیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دراصل اہلحدیث ہیں لیکن اپنی ملازمت کی سلامتی کے لئے دیوبندی کا لبادہ اوڑھے ہیں یا یہ کہ آپ دیوبندی ہیں لیکن اہلحدیث کی خوشی اور چاپلوسی کے لئے دین کا مسئلہ بدل

دیتے ہیں۔ ان واقعات کی روشنی میں ہم حیران ہیں کہ آپ اہلحدیث ہیں یا دیوبندی یا بریلوی؟

آپ کے بیانات بڑے عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ آپ زیادہ تر بیان فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وضو سے صبح کی نماز چالیس سال پڑھی۔ یا للعجب اگر ایسے بیانات ہوتے رہے تو مذہب اسلام کا اللہ ہی حافظ کیا ایسے بیانات دینے والے کو علماء ہم سمجھتے ہیں؟

یہ صاحب جب سے کرنول آئے ہیں آپ نے کرنول کی فضا کو غلیظ کر دیا اور نئی نئی بدعتوں میں کثرت اور وسعت پیدا کی۔ ہمیشہ کرنول میں جمعہ میں خطیب دو خطبہ پڑھتا تھا۔ پہلا خطبہ اردو میں حاضرین کے لئے وعظ و نصیحت ہوتی دوسرا خطبہ عربی پڑھتا تھا۔ آپ تشریف لائے تو توفیق علی کا اظہار فرمایا کہ جمعہ میں تین بیانات ہونا چاہئے۔ ایک زمین پر کھڑے اردو میں ہو۔ اور دو بیانات منبر پر عربی میں ہوں۔ آپ کی اس تحریک کو اکثر احناف نے دھتکار دیا اور کہنے لگے اعتراضات کی بوچھار شروع کی کہ یہ تین خطبہ پڑھنا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے ہمیشہ دو خطبوں پر اکتفا کیا۔ جواب دینے والوں نے نہایت برجستہ اور معقول جواب دیا۔ اور کہا کہ ہم تین خطبہ نہیں پڑھتے ہم تو صرف دو خطبہ پڑھتے ہیں۔ لیکن لوگوں کے مفاد کے لئے ایک وعظ الگ بیان کرتے ہیں۔ اردو خطبہ میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا عربی میں پڑھے تو خطبہ اردو میں کہے تو وعظ کسی نے کہا منبر پر کہے تو خطبہ زمین پر کہے تو وعظ کسی نے کہا ہاتھ پاؤں ہلا کر اور بیان کو گرما کر کہے تو وعظ اور بصورت دیگر … کہے خطبہ کسی نے کہا اذان کے ساتھ کہے خطبہ ورنہ وعظ کسی نے کہا لاؤڈ اسپیکر پر کہے تو وعظ ورنہ خطبہ علی ہذا القیاس یہ سلسلہ غیر متناہی ہوتا چلا جاتا ہے جب … جواب ہی سے … ان کے … نہیں آتی۔ اب ان سے ہم کیا امید رکھ سکتے ہیں۔ اور جو قرآن و حدیث کے … اور اصول کے … کو امام صاحب کا جیسے نماز میں … اور … بہر طرح کے بیانات …

فتاویٰ

سائل محمد ابراہیم باشاہ
— ملرپیٹ بلیاری —

س:- اگر کوئی لڑکی بالغ ہو تو اس کے مکان میں ہنر اس کو سجاتے ہیں۔ دوست احباب اور رشتہ دار بھی تحائف بھیجتے ہیں۔ یہ شرعاً کرنا تحائف قبول کرنا نیز ان مراسم میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

ج:- شرعاً یہ مراسم جائز نہیں۔ بدعت ہیں۔

س:- جب بچہ ہو تو تولد ہونے کی چالیس دن کے بعد خوشی دار … بچہ کو گہوارے میں ڈالنا شرعاً کیا حکم ہے۔

ج:- مذکورہ بالا صورتیں شرعاً ناجائز اور بدعت ہے۔

س:- ختنہ میں رشتہ دار اور دوستوں کو دعوت دینا اور لڑکوں کو پھول پہنا کر دھوم دھام سے شہر میں گھومنا بینڈ باجا بجانا نیز بچہ کے ماں باپ کو بھی پھول پہنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ج:- ختنہ امر مسنون ہے اس پر خوشی منانا اور ختنہ کے بعد کھانا کھلانا جائز ہے۔ البتہ پھول پہن کر گھومنا اور باجہ بجانا وغیرہ خرافات اور اسراف ہے ان سے بچنا چاہئے۔

دشمن قوم سے نصاف

کسی قوم کی دشمنی اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ ناانصافی کرو۔ یہی بات تقویٰ سے قریب تر ہے۔

تم وہ اچھی امت ہو جسے دنیا والوں کی بھلائی کے لئے اٹھایا گیا ہے تمہارا کام نیکی کرنا اور بدی کو روکنا ہے۔

خطبہ کا … اردو میں … حاضرین … ایسے … اور … کے … اور ارکانات کرتے ہیں۔ اور ان کے معصوم عوام کو جہنم کی طرف کھینچتے ہیں۔ العیاذ باللہ

(باقی آئندہ)

REGD, NO: H-494 (P 18) بتاریخ …

ڈاکٹر معین الدین صاحب
… شاہ گنج … ٹکرا
Hyderabad. 6

FROM:-
AZIZ MONTHLY KURNOOL (A.P)